JAHAN-E-TAHQEEQ
www.Jahan-e-Tahqeeq.com
Vol. 5, No.2 (2022)
e- ISSN: 2709-7625
p-ISSN:2709-7617

پاکستان میں نثری نظم کا آغاز وارتقاء

☆ڈاکٹر سجاد نعیم
☆☆اقراء غفار
☆☆☆شمائلہ رزاق

Abstract:

There are many genres in Urdu literature which have been transferred to us from other languages. Apart from the classical genres, if we look at other genres, they have migrated from world literature. Prose poetry is also a genre that became part of Urdu literature from France. Initially, it was considered an advanced form of independent poetry, but later dissenting voices had been raised and it had to go through many periods to convince. In the 1960's it was with modernity that it became popular among us as a genre. The names of Qamar Jameel, Anwar Son Roe, Ahmed Hamesh, Abdul Rashid, Ahmed Mubarak and Saleem-ur-Rehman etc. are important among the early poets. Over time, it has undergone thematic and technical changes. Apart from a collection of prose poems, there is also a wide collection of his every written critique. This article reviews the poems that have been created in the last 75 years, in which the possibilities of prose poetry were also highlighted.

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
**لیکچرار، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی، ڈی جی خان
***ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

کسی بھی صنف کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب انسان اظہار کے نئے رستوں کی تلاش میں نکلتا ہے۔ نوزائیدہ صنف جب روایتی اقدار سے بغاوت کرتی ہے تو اس پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تجربہ اسی وقت کامیاب ٹھہرتا ہے جب وہ ہماری کسی تہذیبی اور ثقافتی ضرورت کو پورا کرے۔ ورنہ ایسی کئی اصناف ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ازکار رفتہ قرار پائیں۔ انسان کے وجودی مسائل ہر عہد میں تبدیل ہوتے رہے ہیں اور اس کا اظہار بھی متنوع صورتوں میں سامنے آتا رہا ہے۔ ایسی کئی اصناف ہیں جو اردو ادب میں مغرب سے آئیں۔ یہ تمام اصناف ہماری ادبی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ بیسویں صدی میں اردو ادب کی ہر صنف میں کئی تبدیلیاں آئیں۔ جو ادیب عہدِ جدید کے تقاضوں سے واقف تھے انہوں نے نوزائید اصناف کا خیر مقدم کیا جبکہ رجعت پسند ادیب ان تجربات کی مخالفت میں سامنے آئے۔ ایسی صورت حال میں نثری نظم کا ظہور کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ جب آزاد نظم لکھنے کا آغاز ہوا تو اس پر بھی کئی اعتراضات اٹھائے گئے تھے۔ مگر انسان کے بدلتے رویوں نے ثابت کیا کہ نظم کی یہ ہیت جدید فرد کی کشمکش کو پیش کرتی ہے۔ نثری نظم پر فروعی اعتراضات اٹھانے والوں کا خیال تھا کہ مشرقی خطوں میں شاعری کا مزاج مختلف ہے، اس لیے ہمیں اپنی قدیم روایات کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ وہ وزن کو شاعری کی بنیادی شرط تسلیم کرتے تھے مگر ایسے اعتراضات اٹھانے والے نقاد بھول گئے تھے کہ شاعری کی سب سے توانا اور مضبوط صنف غزل میں بھی دراڑ ڈالنے کی سعی کی گئی۔ "شاعر" کے آزاد غزل اور نثری نظم نمبر میں نثری غزل کے تجربات بھی کیے گئے ہیں۔ بشیر بدر اپنے مضمون "نثری غزل" میں لکھتے ہیں کہ

"اب اردو میں تخلیقی زبان نظم و نثر کے مفروضہ کو توڑ کر ایک وحدت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بعض افسانوں اور نظموں کی زبان میں ایسی مماثلت ہوتی ہے کہ ایک ہی تخلیق کو کچھ لوگ نظم سمجھتے ہیں اور بعض افسانہ۔ اس وقت کسی صنف کو اس کے ہیتی حصار میں مقید کرنا ضدی جہالت ہے۔"[۱]

نثری نظم کے گرد فروعی اعتراضات کا ہالہ اب قریباً ختم ہو چکا ہے۔ نثری نظم کا آغاز فرانس سے ہوا۔ راں بو، ملارمے اور بودلیئر وہ شاعر تھے جنہوں نے نثری نظم کی روایت کو مضبوط بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کیا۔ ان شاعروں نے کہانی پن اور نظمیت کا تاثر ابھارنے کے لئے پیراگراف کی تکنیک میں بھی نظمیں لکھیں۔ ان کے موضوعات تنہائی، کرب، بیگانگت اور جنس کے گرد گھومتے ہیں۔

اردو ادب میں نثری نظم کے حوالے سے ناقدین مختلف آرار کھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "نیرنگِ خیال" میں کے مدیر حکیم محمد یوسف نے "پنکھڑیاں" کے نام سے جو مجموعہ شائع کیا وہ نثری نظم کی ابتدائی شکل ہے۔ بعض ناقدین ٹیگور کی "گیتا نجلی" کو نثری نظم کی اولین مثال قرار دیتے ہیں جس کا ترجمہ نیاز فتح پوری نے کیا۔ اس کے علاوہ کچھ نقاد میرا جی کی "خیال" رسالے میں بسنت سہائے کے نام سے چھپنے والی تحریروں کو بھی نثری نظم کا نمونہ تصور کرتے ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں سجاد ظہیر کا "پگھلا نیلم" کے نام سے نظموں کا مجموعہ شائع ہوا۔ جس میں بیشتر نظمیں نثری نظم کی ہیت میں لکھی گئی تھیں۔ احمد ہمیش بھی خود کو نثری نظم کا اولیں شاعر تصور کرتے ہیں۔ وہ اپنے مضمون "نثری شاعری کا ماخذ" میں لکھتے ہیں کہ

"میں نے ہندی شاعری کے زیر اثر ہی پہلی بار اردو میں ۱۹۶۰ء کے دوران جو نثری نظمیں لکھیں، ان میں سے ایک نظم 'اور یہ بھی ایک ڈائری ہے' ماہنامہ 'نصرت' لاہور (۱۹۶۲ء) میں شائع ہوئی۔ اس کی کچھ سطریں ملاحظہ فرمایے!

'پر بھارت میں جب وہی گھنٹیاں بجیں گی جو صدیوں سے کنول توڑنے والے کو ہی سنائی دیتی ہیں۔

تو سرسوتی اترے گی

ودیا تیری جے ہو'

میں نے ۱۹۶۰ء سے اب تک نہ صرف مسلسل نثری نظمیں لکھی ہیں بلکہ اپنے اسلوب کے مطابقت سے نثری نظم کی موضوعی اور تکنیکی توسیع کی۔"[۲]

احمد ہمیش کا یہ دعوی اپنی جگہ درست ہے مگر اس ضمن میں مبارک احمد کا وہ انٹرویو بھی یاد رکھنا چاہیے جس میں انہوں نے خود کو نثری نظم کا بانی قرار دیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ جب وہ ۱۹۷۵ء میں کراچی آئے تو وہاں کے شاعروں کو انہوں نے نثری نظم سے کی ہئیت اور تکنیک سے متعارف کروایا۔ احمد ہمیش کے بارے میں مبارک احمد کا خیال ہے کہ

"۱۹۶۳ء میری ان سے لاہور میں ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے نظمیں سنائیں جو بحر سے خالی تھیں۔ وہ میرے دوست تھے انہوں نے اعتراف کیا کہ ان کی نظمیں بحر سے خارج ہیں اور کہا کہ اب وہ نظموں کے بارے میں کہا کریں گے کہ یہ ان کے ذاتی اوزان کے مطابق ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں قمر جمیل نے مجھے بتایا احمد ہمیش ۱۹۷۱ء میں جب انڈیا سے واپس تھے تو وہ اپنی نظموں کو آزاد نظم کہہ کر سنایا کرتے تھے۔ اس پر قمر جمیل نے ان سے کہا کہ وہ اسے نثری نظم یا پروز پوئم کہا کریں تب سے انہوں نے اسے پروز پوئم کہنا شروع کر دیا۔"[۳]

ادب میں جب بھی کوئی صنف رائج ہوتی ہے تو کئی لوگ ایسے دعوے کرتے ہیں مگر قاری نزدیک سب سے اہم ان کی تخلیق ہوتی ہے۔ ان ابتدائی شاعروں کی نظموں کو دیکھا جائے تو یہ تاریخی اہمیت تو ضرور رکھتی ہیں مگر فنی اعتبار سے کمزور ہیں۔ نثری نظم ایسی ہئیت ہے جس میں بحر اور اوزان کی کوئی پابندی نہیں۔ شاعر کا توانا خیال ہی نثری نظم کے لئے اہم ہوتا ہے۔ نثری نظم میں کسی بھی شاعر کا تجربہ منفرد داخلی ہئیت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے نثری نظم لکھتے وقت ایسی کوئی قدغن نہیں کہ اسے کس تکنیک میں لکھا جارہا ہے۔ مضمون میں آگے چل کر ان تکنیکوں کا تفصیلی جائزہ بھی لیا جائے گا جنہیں مختلف شاعروں نے اپنایا یا خلق کیا۔

اردو ادب میں نثری نظم کے تنقیدی مباحث پر وسیع مواد موجود ہے۔ جب یہ بطور صنف رائج ہونا شروع ہوئی تو اختلافی آوازیں بھی اٹھیں۔ فیض، ذوالفقار تابش، شمس الرحمان فاروقی، وزیر آغا وغیرہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نثری نظم کو شاعری ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ شاعری کا تعلق عروض اور آہنگ سے ہے، اس لئے نثری نظم کو شاعری کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ وزیر آغا نے اپنے رسالے "اوراق" میں "سوال یہ ہے" کہ سلسلے کے تحت نثری نظم پر مباحثہ بھی کروایا مگر انہوں نے نثری نظم کو نثر لطیف، نثم وغیرہ جیسے نام دینے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان تمام ناقدین نے نثری نظم کی مخالفت میں جو دلائل پیش کیے وہ منطقی ہونے کی بجائے تاثراتی تھے۔

پاکستان میں نثری نظم کے مباحث پر مختلف کتب اور رسالوں کے نثری نظم شائع ہو چکے ہیں، جن میں نثری نظم کی موافقت یا مخالفت میں لاتعداد مضامین شامل ہیں۔ پاکستان میں نثری نظم پر پہلی باقاعدہ کتاب ۱۹۷۹ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ مخدوم منور کی اس کتاب کا عنوان "نثری نظم

کی تحریک" تھا۔ اس کتاب میں انہوں نے کراچی کے نثری نظم نگاروں کا ذکر کیا ہے اور وہاں یہ صنف کس طرح مقبول ہوئی ان تمام حالات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انیس ناگی نے "نثری نظمیں" کے نام سے ۱۹۸۱ء میں نظموں کا انتخاب کیا۔ اس میں صلاح الدین، محمد سلیم الرحمن، زاہد ڈار، انیس ناگی، عبد الرشید، افضال احمد سید، ثروت حسین اور سعادت سعید کی نظموں کے علاوہ انیس ناگی کے نثری نظم پر تین مضامین بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۸۹ء میں محمد فخر الحق کی کتاب "نثری نظم "شائع ہوئی۔ یہ ان کا ایم ۔اے کا مقالہ تھا جسے انہوں نے ۱۹۸۲ء میں تصنیف کیا تھا۔ پاکستان میں پی ایچ۔ڈی اور ایم فل کی سطح کے مقالے بھی تحریر کیے گئے ہیں، جن میں نثری نظم کے حوالے سے جد جد مباحث نظر آتے ہیں۔ ادبیات کا ۲۰۰۷ء میں نثری نظم نمبر شائع ہوا جس میں تنقیدی مضامین اور نظموں کا وسیع انتخاب موجود ہے۔ اس کے علاوہ اویس سجاد کی کتاب ۲۰۲۰ء میں "نثری نظم (اصول'حمایت'اختلاف اور روایت)" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ جس میں نثری نظم پر لکھے گئے ان مضامین کو اکٹھا کیا گیا ہے جو مختلف رسائل و جرائد میں بکھرے پڑے تھے۔ نثری نظم پر شائع ہونے والی کتابوں میں طویل مباحث تو ملتے ہیں مگر اس کے فن پر مربوط اور مبسوط انداز میں لکھنے کی گنجائش ابھی تک موجود ہے۔

نثری نظم کے متعلق ناقدین مختلف آرا رکھتے ہیں مگر ابھی تک اس کی کوئی حتمی تعریف یا پیٹرن سامنے نہیں آیا۔ جو ناقدین نثری نظم کو رد کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ نثری نظم کی اصطلاح ہی قابل قبول نہیں ہے، نثر اور نظم کا انطباق کیسے ممکن ہے؟ وہ نثری نظم کو سہل پسندی کی گھٹیا مثال قرار دیتے ہیں۔ مگر وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ نثری نظم لکھتے وقت شاعر کو قافیہ ردیف کی طرح کسی خارجی مدد کی سہولت میسر نہیں آتی بلکہ وہ داخلی ہئیت کے اندر رہتے ہوتے صرف اپنے خیال، فکر اور لفظوں کے برتاؤ سے تخلیقیت کا عنصر قائم کرتا ہے۔ اس طرح نثری نظم شاعر کا کڑا امتحان لیتی ہے ۔انیس ناگی اپنے مضمون "نثری نظم یا شاعری" میں لکھتے ہیں کہ

"یہ (نثری نظم) دراصل بے ہئیتی کی ایک ہئیت ہے جو ہئیت کے ہر طرح کے ما قبل وجود کو تصورات اور تلازمات سے آزاد ہو کر، تخلیق کے دوران اپنا فنی اور تصوراتی اہتمام غیر مروجہ طریقے سے خود کرتی ہے، یہ نہ تو آزادی کی بے جا خواہش کا نتیجہ ہے اور نہ روایت سے محابا انکار، یہ ہئیتی اور رسمی شاعری کی نسبت ایک زیادہ کٹھن آزمائش ہے جو شاعر کے ہنر کو عروج کا راستہ بھی دکھا سکتی ہے، اور اس کی سطحیت کا پردہ بھی چاک کر سکتی ہے۔"[۴]

نثری نظم میں لفظ کا تخلیقی برتاؤ زبان کے امکانات کو روشن کرتا ہے جس سے نظم اور نثر کے روایتی تصورات ختم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کسی بھی تخلیق کو اگر لائنوں میں لکھ دیا جائے گا تو نثری نظم تیار ہو جائے گی۔ ایسی کمزور تخلیقات نے نثری نظم کو شدید نقصان پہنچایا ہے اور اس کے تخلیقی امکانات بھی متاثر ہوئے ہیں۔ جو ناقدین نثری نظم پر اعتراضات کرتے ہیں وہ مثال کے لیے بری نظموں کو پیش کرتے ہیں۔ اس لیے نثری نظم جس گہرے شعور کا مطالبہ کرتی ہے، تخلیق کار اس سے متعارف از حد ضروری ہے۔ نصیر احمد ناصر اپنے مضمون "نثری نظم کا تخلیقی جواز" میں لکھتے ہیں کہ

"اس کے لئے گہرے تہذیبی شعور، آگہی، عرفانِ ذات، جدید طرزِ احساس، عمیق مطالعے ومشاہدے اور مزاج کی موزونیت کے علاوہ علامتوں، استعاروں، تشبیہوں اور پیکروں کے پیچیدہ مگر قابل فہم نظام اور پسِ الفاظ و بین السطور ایک نامیاتی وحدت اور اندرونی آہنگ جیسے لوازمات کا ہونا ضروری ہے۔"[۵]

نثری نظم میں امیجز(Images) کا نظام اہم ہوتا ہے۔ اس میں شاعر لفظوں کے زریعے ایسی تصویریں بناتا ہے جو قاری کے لئے انوکھی اور منفرد ہوتی ہیں۔ نثری نظم میں لائنوں کے درمیان ایک خاص طرح کا ردھم ہوتا ہے جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ نثری نظم کی داخلی دنیا لفظ اور معنی پر استوار ہوتی ہے۔ لفظ کو برتنے کا انداز نثری نظم کی معنویت میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ بعض ناقدین نثری نظم کی زبان کا موازنہ افسانوی نثر کے پیچیدہ اسلوب سے کرتے ہیں مگر نثر میں جو قطعیت اور منطق ہوتی ہے نثری نظم اس سے انحراف کرتی ہے۔ یہ قطعیت نثری نظم میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب تخلیق کار اور مواد (داخلی ہیئت) کے درمیان کوئی Commitement نہیں ہوتی، اس طرح نثری نظم سپاٹ بیانیہ بن کر رہ جاتی ہے۔ نثری نظم لکھتے وقت شاعر کی تخلیقی ہنر مندی کا امتحان ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی قسم کے خارجی پیرامیٹر کا سہارا نہیں لیتا۔ نثری نظم میں عموماً کہانی پن کا عنصر نمایاں ہوتا ہے، شاعر پہلی سطر سے اپنی بات شروع کرتا ہے تو وہ مختلف سمتوں میں سفر طے کرنے کے بعد اختتامی سطروں میں نظم کے عنوان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے Poetic Justification کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہے۔ نثری نظم علامتوں اور تصویروں کے ذریعے اپنا تخلیقی جواز پیش کرتی ہے۔ اس میں یہ دونوں پہلو خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ محمد فخر الحق نوری اپنی کتاب "نثری نظم" میں رقم طراز ہیں کہ

"نثری نظم نگار علامتوں اور تصویروں کو اساسی درجہ دیتے ہیں۔ لہذا انہیں نثری نظموں کا اہم فنی اور تکنیکی پہلو قرار دیا جاسکتا ہے۔ نثری نظموں کا خاصا یہ ہے کہ عام طور پر ان میں علامتیں آزادانہ طور پر انتخاب کے ذریعے بروئے کار لائی گئی ہیں۔ رسمی علامتیں بھی ہیں، لیکن ان کے پہلو بہ پہلو شعراء نے آزادانہ طور پر بھی علامات بنائی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نثری نظم میں لچک اور وسعت پائی جاتی ہے۔ اس میں اشاریت، علامت، اور استعارے کا نیا انداز بآسانی اختیار کیا جاسکتا ہے۔"[٦]

پاکستان میں جو نثری نظم لکھی گئی وہ موضوعاتی، تکنیکی اور فنی اعتبار سے ہر عہد میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔ ابتدا میں جو شاعر سامنے آئے ان میں مبارک احمد، قمر جمیل، احمد ہمیش، محمد سلیم الرحمن، اسد محمد خان، انیس ناگی، عبد الرشید، زاہد ڈار، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، افضال احمد سید، نصیر احمد ناصر، نسرین انجم بھٹی، عذرا عباس، سعید الدین، فہیم جوزی، سارہ شگفتہ، انورسن رائے، ذی شان ساحل اور ڈاکٹر ابرار احمد کے نام نمایاں ہیں۔ ان تمام شاعروں نے مختلف استعاراتی، علامتی اور امیجز کا تخلیقی نظام وضع کیا ہے۔ نثری نظم لکھنے کے بے شمار طریقے ہیں۔ اسے بیانیہ، مکالمہ، پیراگراف اور خود کلامی کے انداز میں لکھا جاسکتا ہے۔ نثری نظموں کے شاعروں نے تقریباً ہر موضوع کو نظموں کا حصہ بنایا ہے۔ اس لیے ہر عہد میں ہمیں موضوعاتی تنوع نظر آتا ہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں جو نثری نظم لکھی گئی اس میں شاعر کے لاشعور کی مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ نثری نظم کے تمام

شاعر اپنے شہر کے لوگوں کی نفسیات کو پیش کرتے ہیں۔اب نثری نظم کے ان ابتدائی رجحان ساز شاعروں کی نظموں کا تجزیہ کرتے ہیں، جن کی نظموں نے نثری نظم کی روایت کو مضبوط بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

نثری نظم کی تاریخ میں عبدالرشید کا نام نہایت اہم ہے۔ان کی نظموں کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔عبدالرشید کی نظموں میں انسانی تجربات اور زندگی کی تلخیوں کا امتزاج نئے دریچے وا کرتا ہے۔ان کی نظموں میں کوئی ابہام یا پیچیدگی نظر نہیں آتی بلکہ وہ تروتازہ موضوعات کو اپنی تخلیقی کائنات کا حصہ بناتے ہیں۔انہوں نے نظموں میں کرافٹنگ کے تجربات کیے ہیں، اس لیے ان کی نظمیں نثری نظم کی روایت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان کی نظم "آجاؤ" سے چند سطریں دیکھئے:

"آجائو، پانی کے گہرے تال میں پتھر صاف نظر آتے ہیں
کھڑکی کے پیچھے چہروں میں سیسہ بھر جاتا ہے
رات اکیلی آنگن آنگن اپنے رسے پھینکتی ہے
اونچی حویلی کے دالان پکے بیر اٹھا کر
تیرے خال وخط کا بوسہ لیتا ہوں"

(پھٹا ہوا بادبان، ص۔۱۴۶)

افضال احمد سید کا تعلق کراچی سے ہے۔ان کی نظموں نے ایک نسل کو متاثر کیا ہے۔جہاں تک جدید نثری نظم کا تعلق ہے تو ان کی نظمیں مضبوط حوالہ رکھتی ہیں۔انہوں نے اپنی نظموں میں جبر، تنہائی اور بیگانگت جیسے موضوعات کو جگہ دی۔وہ فرد کو اس کی داخلی کشمکش کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ان کی نظمیں ہمیں بھرے شہروں کی تنہائی کا احساس دلاتی ہیں۔افضال احمد سید کی نظم "ہم کسی سے پوچھے بغیر زندہ رہتے ہیں" انسان کی بے معنویت اور لاحاصلی کا ظاہر کرتی ہے۔چند سطریں دیکھئے:

"خنجر کے پھل پر
ایک طرف تمہارا نام لکھا ہے
اور دوسری طرف میرا

جنہیں پڑھنا آتا ہے
ہمیں بتاتے ہیں

ہمیں قتل کر دیا جائے گا

جو درخت اگاتا ہے
ہمیں ایک سیب دے دیتا ہے
ہم خنجر سے سیب کے
دو ٹکڑے کر دیتے ہیں

ہم کسی سے پوچھے بغیر زندہ رہتے ہیں
اور کسی کو بتائے بغیر
محبت کرتے ہیں"

(مٹی کی کان، ص۔۱۱۸)

نثری نظم کی داخلی ہیئت میں بے شمار تجربے نظر آتے ہیں۔ ثروت حسین نے پیراگراف اور مکالماتی انداز میں نظمیں لکھ کر نثری نظم کے امکانات کو روشن کیا۔ ان کی نظموں میں انسان کی طرف سے دھتکاری ہوئی اشیاء سے مکالمہ نظر آتا ہے۔ وہ فطرت کے حسین مناظر سے ہم کلام ہوتے ہیں اور ذات کی بے ثباتی کو بہت دور روشن ستارے سے جوڑتے ہیں۔ ان کی نظموں میں داستانوی فضا چھائی ہوئی ہے۔ وہ سمندر سے اسی کی قدیم زبان میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ثروت حسین کی نظم انفرادی نوعیت کی ہے، اسی لیے وہ کسی چھکڑے کے سست رفتار پہیوں کی طرح قاری پر منکشف ہوتی ہے۔ ان کی نظم "دشوار دن کے کنارے" دیکھئے جس میں انہوں نے پیراگراف کی تکنیک برتی ہے۔

"خوابوں میں گھر لہروں میں پر آہستہ کھلتا ہے، پاس بلاتا ہے، کہتا ہے، دھوپ نکلنے سے پہلے سو جائوں گا، میں ہنستا ہوں، لڑکی تیرے ہاتھ بہت پیارے ہیں، وہ بھی ہنستی ہے، دیکھو لالٹین کے شیشے پر کالک جم جائے گی، بارش کی یہ رات بہت کالی ہے، کچے رستے پر گاڑی کے پہیے گھائو بنا کر کھو جاتے ہیں، ایک ستارہ۔۔۔ بیس برس کی دوری پر اب بھی روشن ہے۔"

(کلیات ثروت حسین، ص۔۴۰)

نسرین انجم بھٹی پنجابی اور اردو کی شاعرہ ہیں۔ خواتین نثری نظم نگاروں میں ان کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی نظموں میں نسائی شعور کا اظہار ملتا ہے۔ نسرین انجم بھٹی نے نثری نظم کی روایت کو مضبوط بنانے کے لئے مختلف فنی تجربات بھی کیے۔ انہوں نے نظم کے جملوں میں کرافٹ پر توجہ

دینے کی بجائے نثری نظم کی پائے جانے والے کہانی پن کے روایتی عنصر کو قائم رکھا۔ اسی وجہ سے ان کی نظمیں ہم عصر شاعرات سے توانا اور منفرد نظر آتی ہیں۔ وہ کسی بھی معمولی واقعے کو نظم بنانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان کی نظم "دن بیت گیا" ملاحظہ کیجئے:

"چاند نہیں نکلا
تم بھی نہیں آئے
میں بھی نہیں روئی اور دن بیت گیا
دن بیت گیا۔۔۔ خاموشی سے۔۔۔"

(بن باس، ص۔ ۳۹)

ذی شان ساحل کا تعلق کراچی سے ہے۔ انہوں نے نثری نظم کو اپنے تخلیقی اظہار سے ثروت مند بنایا۔ ان کے زیادہ تر موضوعات دہشت گردی، جبر اور خوف کے گرد گھومتے ہیں۔ انہوں نے ریاستی محافظوں کے منفی عمل کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی نظمیں قاری پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔ ذی شان ساحل نے تخلیقیت کا خمیر اپنے عہد کی حسیت سے اٹھایا ہے۔ انہوں نے محبت اور کومل احساسات کو منفرد تشبیہاتی اور استعاراتی نظام میں بیان کیا ہے۔ ان کی نظمیں پر تشدد ریاستی بیانیے کے مقابل بغاوت کا علم بلند کرتی ہیں۔ وہ اپنی نظموں میں دکھ اور بے چارگی کی کسک کو بھی نمایاں رکھتے ہیں۔ ان کی "نظم" سے چند سطریں دیکھئے:

"موت اور زندگی کی سرحد پر
وہ کسی سے نہیں ملے لیکن
ان کے جانے کے بعد لوگوں نے
پھول دیوار کے قریب رکھے
مشعلیں سیڑھیوں پر روشن کیں
ایک موہوم سی امید میں گم
لڑکیوں کی سیاہ آنکھوں سے
آنسوئوں کی قطار چلتی رہی
جانے والوں کے غم میں تیز ہوا
ہر طرف سوگوار رہی
زندگی ان کے گھر کے راستے پر

جانے کیوں بار بار چلتی رہی"

(نیم تاریک محبت، ص۔۸۵)

ڈاکٹر ابرار احمد غزل اور نظم کے منفرد شاعر ہیں۔ان کی نظموں میں ماضی کی جانب مراجعت دکھائی دیتی ہے۔وہ آبائی جگہوں اور قصبوں سے اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں۔ان کی نظموں میں ایسا انسان نظر آتا ہے جس کے سونگھنے کی حس شدید تر ہے اور وہ چیزوں کو ان کی مہک سے پہچانتا ہے۔قدیم جگہوں سے محبت کا احساس ان کی نظم "قصباتی لڑکوں کا گیت" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ نظم سے چند سطریں دیکھئے:

"ہم لوٹیں گے تیری جانب
اور دیکھیں گے تیری بوڑھی اینٹوں کو
عمروں کے رت جگوں سے دکھتی آنکھوں کے ساتھ
اونچے نیچے مکانوں میں گھرے
گزشتہ کے گھڑے میں
ایک بار پھر گرنے کے لئے
لمبی تان کر سونے کے لئے
ہم آئیں گے، تیرے مضافات میں
مٹی ہونے کے لئے"

(آخری دن سے پہلے۔ص،۱۵۶)

ان تمام شاعروں کی نظموں کے تجزیے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے نثری نظم کو مضبوط بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔نثری نظم میں ہر سطح کے تجربات نظر آتے ہیں، جو اسے مضبوط بنانے کے علاوہ اس کا تخلیقی جواز بھی پیش کرتے ہیں۔پاکستان میں اکیسویں صدی کے بعد جو نثری نظم تخلیق کی گئی وہ عصری شعور کی نمائندہ ہے۔مخدوم منور نے اپنی کتاب "نثری نظم کی تحریک" میں جو دعویٰ کیا تھا وہ آج کی نثری نظم پڑھ کر حقیقی محسوس ہونے لگتا ہے۔ان کا خیال تھا کہ

"نثری نظم جدید تر حسیت کی شاعری ہے۔یہ ایک ایسی صنف ہے جسے آج کا شاعر جذبے اور تخیل کی فطری آرزو کو آزادی سے پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے۔وہ اپنی خواہشات کو نئی آس نئی پیاس سے ہم آہنگ کرنے کا متلاشی ہے۔یہ نئی اقدار کا متقاضی ہے۔یہ نئی اقدار سماج میں اپنے وجود کی پہچان ہے۔وہ شاعری کی ایسی نئی دنیا کا جویا ہے جہاں امید کا پیغام اس کی شاعری کی کونپل سے پھوٹے۔اب اسے دوبارہ نئی زندگی ملی ہے جس کی تلاش ازلی اور ابدی ہے۔"[۷]

پاکستان میں اس وقت جو شاعر نثری نظم لکھ رہے ہیں ان میں انجم سلیمی، سید کاشف رضا، روش ندیم، ساحر شفیق، زاہد امروز، نجمہ منصور، امجد بابر، وجیہہ وارثی، سدرہ سحر عمران، منور آکاش، حفیظ تبسم، سلمان حیدر، قاسم یعقوب، قاضی ابوالحسن، اور فاطمہ مہرو کے نام نمایاں ہیں۔ ان میں سے بیشتر شاعروں کی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے چند شاعروں کی نظموں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انجم سلیمی غزل اور نظم کے نہایت عمدہ شاعر ہیں۔ انہوں نے نثری نظم کو اپنا تخلیقی اظہار بنایا اور بطور صنف اس میں بے پناہ امکانات پیدا کیے۔ انہوں نے قدیم خیالات کے ذریعے نئی انسانی صورت حال کو پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ انجم سلیمی کی شخصیت ہر نظم میں ایک مختلف انداز میں نمایاں ہوتی ہے۔ وہ خدا، تنہائی اور خواب جیسی عجیب و غریب فضا نظموں میں پیش کرتے ہیں۔ وہ خارجی ماحول کو بھی داخلی جذبات میں پرو کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی نظم "ایک ہم خیال کی موت" سے چند سطریں دیکھئے:

"میں نے اس کے کفن میں رکھ دیے
کچھ ٹھنڈے بوسے
پلکوں پر ٹکے ہوئے کچے آنسو
اور کاغذ پر اونگھتی ہوئی ایک ادھوری نظم

میں نے اپنے پاس رکھ لیے
کچی نیند سے جاگے ہوئے خواب
مشک کافور میں بھیگی ہوئی سانسیں
اور خدا جیسی ایک تنہائی!!!"

(ایک قدیم خیال کی نگرانی میں، ص،۹۰)

ساحر شفیق ملتان کے نوجوان شاعر اور فکشن نگار ہیں۔ انہوں نے نثری نظم میں موضوعات کے حوالے سے بے شمار تجربات کیے۔ ان کی نظموں کے بیشتر کردار زندگی سے تنگ آکر خودکشی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جدید انسان کی لایعنیت، بکھراؤ اور غم و غصے کو نظموں کا حصہ بناتے ہیں۔ ساحر شفیق کی نظمیں زندگی کی بے ترتیبی کو ترتیب اور منظم انداز میں بیان کرتی ہیں۔ ان کی نظم "پیشہ ور" سے چند سطریں دیکھئے:

"جدائی کا کیلنڈر چھپ چکا ہے
جسے ہم دونوں نے مل کر ڈیزائن کیا تھا

ہم اس دن پہلی بار ملے تھے
جب پاگل خانے کی چھت پہ وقت کو پتھر مار کر شہید کر دیا گیا تھا
ہم اس وقت بھی معصوم نہیں تھے
کیونکہ ہم چومنے کے معنی جانتے تھے"

(خودکشی کا دعوت نامہ، ص۔۲۱)

زاہد امروز کا تعلق فیصل آباد سے ہے، ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ وہ زندگی کو جس انداز میں پیش کرتے ان کا شعری تجربہ ان کی نظموں کو ہمعصر شعراء سے مختلف بناتا ہے۔ وہ اپنے گرد پھیلے ہوئے بے ہنگم شور کو بھرپور تخلیقیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نظموں میں شعری نظام مختلف بنانے کے لئے منفرد استعارات کو برتا ہے۔ وہ اپنے خطے کے پسے ہوئے لوگوں کے لاشعور کو نظموں میں مختلف کرافٹ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کی نظم "اپنی تلاش میں نکلنے کا انجام" سے چند سطریں دیکھئے:

"میں نے گٹھڑی میں وقت باندھا
اور اپنی تلاش میں نکل گیا
سمندر نے میرا سارا جسم چوس لیا
اور صحرائوں نے میرے جسم کی ریت چرا لی
چیونٹیوں نے بڑے اتفاق سے
میری حسیں برابر تقسیم کر لیں
دیواروں نے میرا سایہ چاٹ کر
مجھے دھوپ کے ڈھیر پر پھینک دیا
چوہوں نے میری سوچ میں بل بنا لیے"

(خودکشی کے موسم میں، ص۔۳۲)

مندرجہ بالا نظموں کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ نثری نظم بطور صنف ادب کی دنیا میں اپنا مقام پیدا کر چکی ہے۔ نثری نظم کی متنوع تخلیقی جہات اور صفات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں بے پناہ امکانات پوشیدہ ہیں جن کو ابھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں زندگی کے قریباً ہر پہلو کو بیان کرنے کی وسعت موجود ہے۔ نثری نظم داخلی اور خارجی انتشار کو جس سلیقے کے ساتھ پیش کرتی ہے، اس کا تخلیقی

اظہار نظم کی کسی اور ہیئت میں ممکن نہیں۔ جو لوگ ابھی تک نثری نظم کے خلاف صف آرا ہیں انہیں اپنے رجعت پسند رویوں کو تج دینا چاہیے۔ پاکستان میں آج کل نثری نظم کے نام پر جو کچھ تخلیق ہو رہا ہے اس کو بھی از سر نو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ اچھی اور بری نثری نظم میں امتیاز کیا جا سکے۔

حوالہ جات

۱۔ بشیر بدر، نثری غزل، مشمولہ، شاعر (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، مدیر: افتخار امام صدیقی، ۱۹۸۳ء، ص۔ ۳۸۴

۲۔ احمد ہمیش، نثری شاعری کا ماخذ، مشمولہ، ادبیات (نثری نظم نمبر)، مدیر: محمد عاصم بٹ، ۲۰۰۷ء تا ۲۰۰۸ء، ص۔ ۲۵۹

۳۔ انور سن رائے، نثری نظم کا بانی میں ہوں، انٹرویور: انور سن رائے، مشمولہ، شاعر (نثری نظم اور آزاد غزل نمبر)، مدیر: افتخار امام صدیقی، ۱۹۸۳ء، ص۔ ۳۴۴،۳۴۳

۴۔ انیس ناگی، نثری نظم یا شاعری، مشمولہ، نثری نظمیں، مکتبہ جمالیات بکس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۔ ۱۹

۵۔ نصیر احمد ناصر، نثری نظم کا تخلیقی جواز، مشمولہ، ادبیات (نثری نظم نمبر)، مدیر: محمد عاصم بٹ، ۲۰۰۷ء تا ۲۰۰۸ء، ص۔ ۲۶۵،۲۶۶

۶۔ محمد فخر الحق نوری، نثری نظم، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص۔ ۴۰،۳۹

۷۔ مخدوم منور، نثری نظم کی تحریک، ادبی معیار پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص۔ ۶۲